از کتاب ''اپنی جمہوریت یہ تو دنیا نہ آخرت''

جمہوریت کا عذاب

'ہمارے ساتھ برا ہوا ہے'...!

یہ شکایت اب بچے بچے کی زبان پر ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ قوم نے ایک بات سمجھی ہے! یہ کوئی عقدہ نہیں تھا مگر اسے کھلنے میں ہمارے ساٹھ سال لگے!!!

مگر یہ سب ہوا کیسے؟ یہ عقدہ کھلنے کے لیے شاید ابھی صدیاں درکار ہیں! اپنے دین کی حقیقت سے قوم کو لاعلم رکھنا کتنا بڑا ظلم ہے!

یہ خواری ہوئی کیسے...؟

'مغربی جمہوریت' مغرب کی ایک بنیادی ضرورت سہی مگر ہم غریب ترقی پذیر معاشروں کیلئے اس کی نظر میں یہ ایک عیاشی ہے۔ خود مغربی جمہوریت میں بھی ضرور اچھے اور برے پہلو پائے جاتے ہونگے مگر ہمارے لئے اس کے پاس صرف چھان بچتا ہے۔ جمہوریت کفر سہی پھر بھی اس میں کچھ تو ذائقہ ہو! برے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ کچھ اچھے پہلو بھی تو ہم سنتے آئے تھے مگر 'ہماری' جمہوریت میں وہ کہاں گئے؟ ہمارے حصے میں کنکر ہی کیوں آئے؟ یہودی اور عیسائی ہمارے ساتھ ہاتھ کر گئے! بخدا وہ اس قابل کہاں تھے۔ ہم نے آپ اپنے ساتھ ہاتھ کر لیا۔ ہمارے اسلاف کا پالا بھی تو اِنہی سپر طاقتوں سے پڑا تھا۔ تب بھی یہی یہودی اور عیسائی تھے۔ مگر ہمارے بڑے ان کی اوقات پہچان گئے تھے کیونکہ وہ قرآن پڑھتے تھے۔ قرآن پڑھنے سے یہ سب باتیں خود بخود معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے سب راز فاش ہو جاتے ہیں۔ ان کے بس کی گانٹھ مر جاتی ہے اور یہ بے دست و پا ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اس قرآن سے اور اپنے ان اسلاف سے منہ موڑ کر ہم نے فکر و نظر اور علم و تہذیب کے میدانوں میں آپ اپنے لئے جو یتیمی اختیار کر لی تو پوری دنیا ہم پر شیر ہو گئی۔ اب وہ نہیں ہم

بے دست و پا ہو چکے تھے۔ تب ہر قوم کو اپنے دیرینہ بغض نکالنے کی سوجھی۔ ہزار ہزار سال پرانے بدلے چکانے کی ٹھانی گئی۔ اور تو اور، سو سال سے اب ایک ہندو ہی ہم سے سنبھالے نہیں سنبھلتا! بیسویں صدی میں کوئی ایک دم تو ہندو کی افزائش نسل نہیں ہو گئی! ہم نے دراصل اپنے آپ کو بے سہارا کر لیا۔ ورنہ یہ سب قومیں بارہ سو سال سے یہیں تو تھیں! کب انہوں نے ہم پر دانت نہیں پیسے؟ مگر قرآن کا سایہ جب تک ہم پر رہا بلکہ یوں کہیے جب تک ہم نے اپنا آپ یتیم نہیں کر لیا یہ سب قومیں یہیں کونوں کھدروں میں دبکی پڑی رہی تھیں۔ یہ خونی درندے وہ تمام عرصہ سبزی خور بنے رہے تھے۔ مگر ہمارے اپنے ہی اعمال کے سبب، قرآن کا سایہ اٹھنے کی دیر تھی کہ اس نایاب موقعے سے فائدہ اٹھانے کو ہر قوم دوڑی کہ کیا معلوم کب تک یہ موقع رہے اور کب یہ امت قرآن کی طرف پلٹ آئے۔ پھر سب کو بہت جلدی تھی۔ ہر ایک ہم پر پل پڑا۔ کسی نے ہماری گردن دبوچ لی۔ کسی کے ہاتھ ہماری زمین لگی، کسی کے ہاتھ ہمارا پیسہ، اور کوئی ہمارے وسائل لے کر چلتا بنا۔ وہ تو ہمارے نبی کی دعا کا اثر تھا کہ اس امت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر خدا کی طرف سے کسی دشمن کو اختیار نہیں دیا گیا[1]۔ سو ہماری جان سلامت رہی تو وہ بھی ہمارے نبی کی دعا کے اثر

---

1 وَإِنِّی سَأَلْتُ رَبِّی لِأُمَّتِی أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَإِنَّ رَبِّی قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّی إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّی أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيحُ بَيْضَتَهُمْ وَلَوْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مَنْ بَيْنَ أَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِی بَعْضُهُمْ بَعْضًا

(صحيح مسلم عن ثوبان ، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، رقم: 5144)

”اور میں نے اپنی امت کے لیے پروردگار سے درخواست کی کہ وہ انہیں کسی قحطِ عام سے ہلاک نہ کرے۔ اور یہ کہ وہ ان پر بیرون سے کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہونے دے جو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ پروردگار نے فرمایا: اے محمدؐ! میں جب فیصلہ فرما دوں تو وہ لوٹایا نہیں جاتا۔ تمہاری امت کے لیے میرا تم سے وعدہ رہا کہ میں انہیں کسی قحطِ عام سے ہلاک نہ

سے۔ ورنہ مار پڑنے میں ہمیں کوئی کسر نہیں رہی۔ پھر جب ہمیں نہتا کر دیا گیا، رہا سہا سب کچھ ہم سے لے لیا گیا، تو ہمیں ارزاں نرخ پر نوکر رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ نوکر کو ہر کوئی کھلاتا ہے، یہ دنیا کا دستور ہے، مگر وہ نہیں جو مالک خود کھائے یا جو نوکر طلب کرے۔ پیٹ بھر کر دیا جائے یا کم، یہ بھی انہی کا اختیار تھا۔ ہمیں کیا مزدوری کرنی تھی؟ اپنے سب وسائل اب ہمیں اپنے ہی ہاتھ سے کھود کھود کر اور فصلیں اُگا اُگا کر ان کے خزانے بھرنے تھے۔ ٹیکسوں سے گلے بھر بھر کر انکو دینے تھے۔ ہم پر خود ہماری ہی نسل کے کچھ فرض شناس 'ٹیکس کلکٹر' تعینات کر دیے گئے۔ کچھ دیر ہمیں اور ان کو اپنی نگرانی میں تربیت دے لینے کے بعد وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ 'ٹیکس کلکٹر' رہ گئے۔ اپنی نوکری وہی رہی۔ تنخواہ اس سے بھی کم ہو گئی۔ کہا گیا کہ یہ آزادی کا مول ہے۔ کس کی آزادی؟ ہمارے 'ٹیکس کلکٹروں' کی! انکی خوب چاندی بنی۔ آزادی 'انسان' کی بنیادی ضرورت ہوا کرتی ہے، سو سال تک وہ یہ بات ولایت میں پڑھ پڑھ کر آتے رہے تھے۔ ہندوستان میں کچھ عشروں کی محنت کر کے بالآخر ان ('ٹیکس کلکٹروں') نے ہمیں اس بات پر تیار کر لیا کہ ہم انہیں انگریزوں سے 'آزادی' دلا دیں۔ ہماری سب امیدیں اپنے ان ولایت پڑھوں سے ہی وابستہ تھیں۔ ہم نے آج تک انکے کون سے ناز نہیں اٹھائے۔ ہم نے ان سے یہ تک نہ پوچھا کہ اس منصوبے پر ہماری کیا لاگت آئے گی۔ ہم نے انکو آزادی لے دی۔ ہماری اگلی پچھلی پونجی ملا کر بھی اس کیلئے ناکافی نکلی۔ مگر یہ کوئی واپس کرنے کی چیز تھوڑی ہے۔ ہم نے اپنے ہر دلعزیز لیڈروں کی، جنہیں ہم کندھوں پر اٹھا اٹھا کر ایوان اقتدار میں پہنچاتے رہے، اس بنیادی انسانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قرضے اٹھائے۔ ہماری خوش قسمتی، قرضے بخوشی دے دیے گئے۔ وہ اب ہم 'آسان' قسطوں پر اپنی

کروں، اور ان پر بیرون سے کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہونے دوں جو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے، چاہے دشمن زمین کے کونے کونے سے اکٹھے ہو کر کیوں نہ آلیں۔ یہاں تک کہ وہ (تمہاری امت کے لوگ) خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرتے اور غلام بناتے پھریں"۔

تنخواہ میں کٹاتے ہیں۔ ضرورت پڑے تو اور قرضے لے لیتے ہیں۔ ہم ایک خوددار قوم، روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کر لیا مگر اپنے لیڈروں کی 'آزادی' پر آنچ نہ آنے دی! ہمارے لیڈر دنیا میں فخر سے سر بلند کر سکتے ہیں؛ قوم پر ناز کر سکتے ہیں۔ اب بھی 'آزادی' کی تقریبات میں قوم کا جوش و خروش دیدنی ہے اور ہمارے لیڈر سر تا پیر اِس قوم کے ممنون!

اس کے بعد ایک سوال باقی تھا۔ آخر ہمیں پتہ کیسے چلے کہ 'آزادی' حاصل ہو چکی؟ ہم اس طرح کیسے یقین کر لیں، اس بات کی کوئی نشانی ہونی چاہیے۔ یہ جاننا ہمارا انسانی حق مانا گیا۔ واقعی پتہ چلنا چاہیے کہ آزادی کے حصول ایسا عظیم الشان واقعہ اِس قوم کے حق میں پیش آچکا ہے۔ آخر آپ نے اس کی قیمت دی ہے رسید تو ملنی چاہیے۔ کیوں نہیں، اس کے بدلے میں آپ ووٹ ڈال سکتے ہیں۔ آزادی کی اِس سے بڑی علامت کیا ہو سکتی ہے! ایک آزاد قوم کی اِس کے علاوہ کیا نشانی ہے! اس کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے وہ ووٹ ہی تو ڈالتی ہے! آپ بھی بار بار ووٹ ڈالئے۔ کوئی مغربی قوم انتخابی ٹرم کے دوران اگر ایک بار ووٹ ڈالتی ہے تو آپ دو بار ڈالئے۔ کچھ طبیعت اکتا جائے تو درمیان میں ریفرنڈم کروائیے۔ اپنی پسند کے جس امیدوار کو دل چاہے اور جتنی دیر تک چاہے کندھے پر اٹھا کر پھریئے جی بھر جائے تو پٹخ دیجئے۔ بار بار 'کندھے' بدلئے۔ اسلام پسندوں کے لئے بس ایک غیر مرئی چھلنی لگی ہے لہذا ان پر ووٹ ضائع مت کیجئے البتہ جو 'اسکیننگ' سے گزر جائیں ان میں سے جس کا پسند ہو انتخاب فرمائیے۔ دیواروں اور شاہراہوں پر اشتہار کی کوئی جگہ نہ چھوڑیئے۔ شوق سے جتنا جی چاہے شور اٹھائیے۔ اودھم مچائیے۔ یہ آپ کا اپنا ملک ہے آپ نے قربانیوں سے لیا ہے۔ اس میں 'آزادی' کے اپنے سب ارمان پورے کیجئے۔ انتخابی سیاست سے کبھی دل تنگ ہی آجائے اور مارشل لاء کو آپ کا اپنا ہی جی چاہے تو اس کا بھی بندوبست ہے!

آپ نے غور کیا ہو گا، ہر فوجی حکمران کی افتتاحی تقریر کا مرکزی نکتہ یہی ہوتا ہے کہ یہ 'ناگزیر اقدام' اُس نے محض عوام کی خواہش اور مطالبے پر مجبوراً کیا! یعنی، حوالہ یہاں بھی

'عوام'! جمہوریت کی روح گویا یہاں بھی برقرار ہے! حقیقت یہ ہے کہ کچھ وقت گزر جانے کے بعد بے شک عوام اس کی صحت سے انکاری ہو جائیں مگر ایک فوجی حکمران کا یہ دعویٰ خاص اُس لمحے کچھ ایسا غلط نہیں ہوتا؛ اگر وہ برسوں کے برس ان پر مسلط نہ رہے تو شاید عوام اپنے اس نجات دہندہ کو سنہری الفاظ میں یاد کریں! یوں بھی چوروں میں گِھرا آدمی کب کہیں پناہ نہیں ڈھونڈتا! یہاں کی جمہوریت جس طرح عوام کا تیل نکالتی ہے یہاں تک کہ بلک بلک کر ان کی زبان نکل آتی ہے پھر بھی ترس کھانے کا کوئی سوال نہیں، اِس جمہوریت سے بھاگ کر تو لوگ خودکشی میں پناہ ڈھونڈتے ہیں پھر مارشل لاء کیا بڑی بات ہے! اگر اِن نیم بسمل عوام ہی کی سب سے بڑی آرزو کسی وقت 'مارشل لاء' ہو جائے تو اِس میں ویسے غیر جمہوری بات کونسی ہے! تھرڈ ورلڈ کی جمہوریت جب ایک جبری مشقت ہے تو قوم کو اس میں کچھ وقفہ لینے کا حق کیوں نہیں ہونا چاہیئے! اِس لحاظ سے؛ بعض کالونیوں میں جہاں جمہوریت خاصی ارزاں کوالٹی میں دستیاب ہے مارشل لاء 'جمہوری پیکیج' کے ساتھ ہی آتا ہے اور جمہوریت کی ناقابل برداشت تپش سہنے کے لیے سسٹم میں ریڈی ایٹر کا کام دیتا ہے! یہ نہ ہوتا تو جمہوریت کی گاڑی بھک سے اڑ چکی ہوتی... اور لوگ خلافت کی طرف رخ کرتے!

چنانچہ ایک بجٹ کی استثناء کو چھوڑتے ہوئے... جس پر کیا سول کیا فوجی، سب حکومتیں 'مجبورِ محض' ہیں؛ کہ یہ آزادی کی قیمت ہے اور اپنی جمہوریت کا بل؛ جسے ہم سب کو خوشی خوشی دینا ہی ہے... ملک کا باقی کونسا ایسا مسئلہ ہے جو عوام کی مرضی اور خواہش کے بغیر انجام پا جاتا ہے! بلکہ کونسا معاملہ ایسا ہے جو عوام کے پر زور اصرار اور فرمائش کے بغیر تکمیل پاتا ہے؟ ہم جب کسی حکمران کو لانا چاہتے ہیں تب وہ آتا ہے نا، اس سے پہلے تو نہیں آجاتا! جتنی دیر اسے زندہ باد رکھتے ہیں اس سے زیادہ تو نہیں رہتا! جب اس کو مردہ باد بولتے ہیں اس سے تھوڑی ہی دیر بعد بیچارہ چلا نہیں جاتا! اس کو پھر بلائیں وہ تب انکار نہیں کرتا۔ اس کو پھر دفع ہو جانے کے لئے کہیں تب ہماری یہ خواہش پوری ہونے کا کوئی نہ کوئی انتظام ہو جاتا ہے۔
یہاں کس چیز میں ہماری نہیں چلتی غریب ہیں روکھی سوکھی کھاتے ہیں مگر آزاد تو ہیں!

اِس سسٹم کی سب سے دلکش وپرکشش بات... نااُمیدی کا یہاں دور دور تک گزر نہیں! یہ سسٹم جب ہے ہی اس لیے کہ آپکی سنی جائے؛ آپکی خواہش جاننے کے لیے نیتا خود چل کر آپکی چوکھٹ پر آئے اور تاعمر آپکے آگے جوابدہ رہے تو آپکی خواہشات اور مطالبات پورے ہوئے بغیر رہ جانے کا تو سوال ہی نہیں! دیکھئے نا ایک سسٹم بنا ہی اس لیے ہے اور استبدادی نظاموں سے اُسکا سارا فرق ہی یہ ہے کہ آپ خود اپنے حاکم ہوں اور یہاں صرف آپکی مرضی چلے نہ کہ کسی فردِ واحد یا چند افراد کی، ایک سسٹم کی وجہ تسمیہ ہی یہ ٹھہری کہ عوام اپنی قسمت کے آپ مالک ہیں، دنیا کے دیگر طرزہائے حکومت سے اِسکی لڑائی ہی اس نکتے پر ہے کہ کوئی آپ پر اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتا... تو آپکی شنوائی تو یہاں ہو گی! یہاں آپ جو چاہیں جس وقت چاہیں بدل ڈالیں؛ اِس سسٹم کا مطلب ہی یہ ہے! کوئی آپکی توقعات پر پورا نہیں اترتا تو یہ کوئی بادشاہت تھوڑی ہے؛ آپ اسکو کان سے پکڑ کر نکال دیجیے۔ بڑے آرام کے ساتھ اسے 'تبدیل' کر دیجیے۔ جمہوری عمل اور نا امیدی، چہ معنی؟ اب اگلے الیکشن ہوں تو اسکے بجائے آپ کسی اور کو ووٹ دیجیے۔ دوسرے نمائندوں کو آگے لائیے؛ تاکہ اِسکو سبق ہو۔ نیا پارلیمانی بلاک تشکیل دیجیے۔ 'پریشر گروپ' کی ٹیکنیک آزمایئے۔ اگلی بار کے الیکشن میں کسی اور پارٹی سے انتخابی اتحاد کیجیے؛ وہ بدبخت بھی اپنے وعدے سے پھر جائے تو یہاں پارٹیوں کی کیا کمی ہے۔ جمہوریت تعددِ احزاب پر یقین رکھتی ہے۔ ہر نیا الیکشن یہاں نئے امکانات لے کر آتا ہے۔ آپ دن گنتے جایئے مگر زندگی اسی جمہوریت کے آسمان تلے گزاریئے۔ یہی دنیا ہے؛ اس سے باہر آپ کہاں جائیں گے۔ اور اسکا متبادل آپکے پاس ہے کیا!

یعنی... ایک عالمی نظام کی وہی پرانی نوکری! اسی تنخواہ میں عالمی ایلیٹ کی سیوا؛ اسی کے منظورِ نظر چہروں کے لیے باربار تالیاں!

یہ ضرور ہے کہ یہ اپنے انداز کی ایک منفرد نوکری ہے۔ ایک دائرے کے اندر اندر آپکو واقعی پوری آزادی حاصل ہے۔ چناؤ کے سبھی راستے آپکے سامنے 'کھلے' ہوتے ہیں جن کے

رد یا اختیار کا آپکو پورا پورا اختیار ہوتا ہے اور تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ ان میں اتنا 'تنوع' ہوتا ہے کہ واقعتاً آپکو یہ پوری ایک دنیا لگتی ہے۔ اس دائرے پر دنیا آپکو ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ؛ یہ 'دائرہ' نظر سے او جھل کر دیا جاتا ہے۔ کوئی آپکو پکڑ کر نہیں رکھتا البتہ اسکے باہر خود ہی آپکی نظر نہیں جاتی۔ حتی کہ تخیل کی سرحد یہی ہو جاتی ہے۔ اکا دکا کسی شخص کی نظر اس سے باہر چلی جائے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے؛ لوگ خود ہی اسکو 'جنونی' اور انتہاپسند' کہہ کر بٹھا دیں گے۔ بطور قوم آپ اس دائرے کے اندر حیران کن تیزی اور سرگرمی سے عمل کرتے ہیں مگر دائرے سے کبھی نکلتے نہیں۔ اس میں اضافی طور پر آپکو یہ یقین دلا دیا جاتا ہے کہ اپنی یہ دنیا آپ نے بڑی محنت اور جان جوکھوں سے خود بنائی ہے۔ اِس کے لیے آپ نے قربانیاں دی ہیں! یہ آپ نے اپنے زورِ بازو سے حاصل کی ہے؛ اور آپکی سب سے قیمتی پونجی یہی ہے۔ تب آپ اس سے اور بھی وابستہ ہوتے اور 'قربانیوں' کیلئے مزید تیار ہوتے ہیں۔ اب 'مواقع' وہی جو یہاں پائے جائیں۔ 'مجبوریاں' وہی جو یہاں سمجھی جائیں۔ چناؤ کے امکانات صرف وہی جو یہاں دستیاب ہوں۔ 'گنجائش' اور 'چارہ جوئی' کے سب مفہومات آپکی نظر میں اب یہیں سے شروع ہو کر یہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس سے باہر اگر کسی چیز کا وجود تسلیم ہوتا ہے تو وہ خلا ہے!

غرض یہ ایک ذہنی اور نفسیاتی حصار ہے۔ اس کو آزادی کی نیلم پری میں بدل ڈالنے کے لئے کچھ کرشمے چاہئیں۔ ان میں سرفہرست یہاں کی 'جمہوریت' ہے۔ یہ نہ ہو تو ہمیں یہ یقین ہی نہ آئے کہ ہم ایک 'آزاد قوم' ہیں۔ بار بار ووٹ دے کر ہمیں اس بات کا کہیں زیادہ یقین آئے گا! اپنی 'قسمت' کی پرچی پر خود مہر لگائیں تو قسمت پھوٹنے پر افسوس تو نہ ہو گا! اپنی مرضی سے آزادانہ اپنے نمائندے منتخب کریں، جس کو چاہیں مینڈیٹ دیں جس کا چاہیں مینڈیٹ ضبط کر لیں آخر یہ اسی بات کی دلیل تو ہے کہ ہم اپنے فیصلے آپ کرتے ہیں! ہم نے نشانی طلب کی تھی جس سے ہمیں پتہ چلے کہ آزادی کے حصول ایسا واقعہ ہماری زندگی میں کامیابی کے ساتھ رونما ہو چکا ہے۔ ہماری یہ جمہوریت ہمارے اسی سوال کا جواب ہے!